فَسْئَلُوا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْن

"تو پوچھ لیا کرو ان سے جو جانتے ہیں، اگر تم نہیں جانتے" (ترجمہ شیخ الہند)

فتاوی یسئلونک

دار الافتاء والارشاد

الباقیات الصالحات فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ)

شمارہ 89 | جمعۃ المبارک 26 ربیع الاول 1442ھ 13 نومبر 2020ء

سوال ارسال کرنے کے طریقے

- **بالمشافہ**: سوالات تحریری صورت میں متعین سوالنامے پر بالمشافہ جمع کروائیں۔
- **بذریعہ ویب سائٹ**: www.yasalunak.com پر موجود سوالنامے کے ذریعے ارسال کریں۔
- **بذریعہ برقی مراسلہ**: ask@yasalunak.com پر برقی مراسلے (ای میل) کی صورت میں ارسال کریں۔
- **بذریعہ واٹس ایپ**: 0333-9206874 پر مکمل نام کے ساتھ واٹس ایپ کریں۔

نوٹ: جوابات/فتاویٰ سوالات موصول ہونے کی ترتیب سے ارسال کیے جاتے ہیں۔

دار الافتاء والارشاد، الباقیات الصالحات فاؤنڈیشن رجسٹرڈ، فقہ اکیڈمی C-335 بلاک 1 گلستان جوہر، کراچی

سوال: اگر کسی کی کچھ نمازیں رہتی ہوں اور وہ فوت ہو گیا تو اس کے ورثاء پر نمازوں کا فدیہ ادا کرنا واجب ہے یا جائز؟ اور اس کی مقدار کیا ہے؟

جواب: اگر کسی کے ذمے کچھ نمازیں باقی ہوں اور وہ ان کو ادا کئے بغیر انتقال کر جائے تو اگر مرنے والے نے ان نمازوں کے فدیے کی وصیت کی ہے اور ان کی ملک میں مال بھی موجود ہے، تو ورثاء پر لازم ہے کہ ایک تہائی مال میں سے میت کی وصیت کو پورا کریں اور جتنی نمازیں میت کے ذمے رہ گئی ہیں ہر ایک نماز کے بدلے ایک صدقہ فطر کی مقدار (پونے دو کلو گندم یا ساڑھے تین کلو جو، یا کھجور، یا کشمش) یا اس کی قیمت صدقہ کریں اور اگر وصیت نہ کی ہو تو ورثاء پر لازم نہیں کہ اپنی طرف سے اس شخص کی نمازوں کا فدیہ ادا کریں، لیکن اگر ورثاء فدیہ ادا کریں تو یہ تبرع ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس سے امید ہے کہ اس کو قبول فرما کر میت کو معاف فرمائیں گے۔

(الف) ولو مات وعليه صلوات فائتة وأوصى بالكفارة يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر) كالفطرة وكذا حكم الوتر والصوم وإنما يعطى من ثلث ماله (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت)

(ب) قوله (يعطى) بالبناء للمجهول أي يعطى عنه وليه أي من له ولاية التصرف في ماله بوصاية أو وراثة فيلزمه ذلك من الثلث إن أوصى وإلا فلا يلزم الولي ذلك لأنها عبادة فلا بد فيها من الاختيار فإذا لم يوص فات الشرط فيسقط في حق أحكام الدنيا للتعذر (رد المحتار، كتاب الصلاة، مطلب في اسقاط الصلاة عن الميت)

(ج) ثم اعلم أنه إذا أوصى بفدية الصوم يحكم بالجواز قطعا لأنه منصوص عليه وأما إذا لم يوص فتطوع بها الوارث فقد قال محمد في الزيادات إنه يجزيه إن شاء الله تعالى فعلق الإجزاء بالمشيئة لعدم النص وكذا علقه بالمشيئة فيما إذا أوصى بفدية الصلاة لأنهم ألحقوها بالصوم احتياطا لاحتمال كون النص فيه معلولا بالعجز فتشمل العلة الصلاة وإن لم يكن معلولا تكون الفدية برا مبتدأ يصلح ماحيا للسيئات فكان فيها شبهة (رد المحتار، كتاب الصلاة، مطلب في اسقاط الصلاة عن الميت)

سوال: بچوں کو فجر کی نماز ادا کرنے کے لیے جگانے کا کیا حکم ہے؟ بچے جاگتے نہیں ہیں بلکہ بعض اوقات کہہ دیتے ہیں کہ جاؤ ہم نماز نہیں پڑھتے۔ سوتے بچوں کے لیے کیا حکم ہے؟ میں نے جس مدرسے سے تعلیم حاصل کی وہاں سوئے ہوئے کو فجر میں جگانے سے منع کرتے تھے، میں قرآن پڑھاتی ہوں، میں بھی جگانے سے منع کرتی ہوں۔ صحیح مسئلے کی طرف راہنمائی فرمائیے۔

جواب: بچوں کو نماز کا عادی بنانا والدین کی ذمے داری ہے۔ شریعت مطہرہ میں سات سال کی عمر کے بچے کو نماز کا حکم دینا اور دس سال کے بچے کو نماز نہ پڑھنے کی صورت میں تنبیہ کرنے کا حکم ہے، لہذا نماز کی عادت ڈالنے کے لیے بچوں کو جگانا چاہیے۔ بہتر یہ ہے کہ بچوں کو رات کو جلدی سونے اور صبح جلدی اٹھنے کا عادی بنائیں۔

سنن ابی داود میں ہے: قال: قال رسول الله - صلى الله عليه وسلم -: «مروا أولاكم بالصلاة وهم أبناء سبع سنين، واضربوهم عليها وهم أبناء عشر، وفرقوا بينهم في المضاجع. (سنن ابی داود، كتاب الصلاة، باب متى يؤمر الغلام بالصلاة)

ترجمہ: ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی اولاد کو نماز کا حکم کرو جب وہ سات سال کی عمر کو پہنچیں اور ان کو نماز نہ پڑھنے پر مارو جب وہ دس سال کی عمر کے ہو جائیں اور ان کے بستر الگ کر دو“۔

سوال: آن لائن ڈراپ شپنگ کے بارے میں رہنمائی کر دیں کہ کیا شرعی طور پر یہ حلال کاروبار ہے؟

آن لائن ڈراپ شپنگ بزنس میں مال قبضے میں نہیں لیا جاتا اور پروڈکٹ کی ویب سائٹ پر ساری معلومات دی جاتی ہے اور جب آرڈر آتا ہے تو مینوفیکچرر سے رابطہ کر کے وہ پروڈکٹ ڈیلور کیا جاتا ہے۔ ڈراپ شپنگ کرنے والا ایک مڈل مین کا کردار ادا کرتا ہے۔

اس میں تین باتیں بہت اہم ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱۔ مال قبضے میں نہیں ہوتا۔

۲۔ جب آرڈر آتا ہے تو پروڈکٹ خرید نے کے بعد مینوفیکچرر کو بتایا جاتا ہے کہ وہ پروڈکٹ خریدار کے پتے پر بھیج دے۔

۳۔ آرڈر ملنے سے پہلے مینوفیکچرر کے ساتھ ڈراپ شپنگ ایجنٹ کا

یہ معاہدہ ہوتا ہے کہ وہ مینوفیکچرر کی پروڈکٹ پر پرافٹ رکھ کر آگے سیل کرے گا، یعنی جو بھی قیمت مینوفیکچرر نے بتائی ہے اس پر پرافٹ رکھ کر ڈراپ شپنگ ایجنٹ پروڈکٹ کو قبضے میں لیے بغیر خریدار کو سیل کرتا ہے، پھر جو آرڈر آتا ہے تو ڈراپ شپر پروڈکٹ خرید کر مینوفیکچرر کے ذریعے وہ پروڈکٹ ڈیلیور کرتا ہے۔ یہ بات مینوفیکچرر کو پتا ہوتی ہے مگر خریدار سے یہ بات چھپی ہوتی ہے۔

کیا یہ بزنس شرعی طور پر حلال ہے؟ کیوں کہ اس کا رجحان بہت عام ہو گیا ہے۔

جواب: واضح ہو کہ جو چیز ملکیت میں داخل نہ ہو اس کو آگے فروخت کرنا شرعا جائز نہیں ہے، آن لائن ڈراپ شپنگ میں اگر مال، فروخت کرنے والے کی ملک میں موجود ہو تو اس کو آگے فروخت کرنا جائز ہے، ورنہ جائز نہیں۔ البتہ اس کے جواز کی دو صورتیں بن سکتی ہیں۔

۱۔ مال ملک میں نہ ہونے کی صورت میں پکا سودا نہ کرے، بلکہ آرڈر لے اور مال مِلکیت میں آنے پر سودا پکا کرے۔

۲۔ جس کمپنی یا اسٹور کا مال ہے ان کا ایجنٹ بن کر کام کرے اور کمیشن حاصل کرلے۔

في الصحيح لمسلم: بَابُ بُطْلَانِ بَيْعِ الْمَبِيعِ قَبْلَ الْقَبْضِ... أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ»، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَأَحْسِبُ كُلَّ شَيْءٍ مِثْلَهُ. (الصحيح لمسلم، كتاب البيوع)

قال النووي في شرحه: وفي هذه الأحاديث النهي عن بيع المبيع حتى يقبضه البائع واختلف العلماء في ذلك فقال الشافعي لا يصح بيع المبيع قبل قبضه سواء كان طعاما أو عقارا أو منقولا أو نقدا أو غيره وقال عثمان البتي يجوز في كل مبيع وقال أبو حنيفة لا يجوز في كل شيء إلا العقار. (شرح النووي على مسلم ۱۰/۱۷۰)

يجوز عند أبي حنيفة وأبي يوسف خلافاً لبقية الفقهاء بيع العقار قبل قبضه من المشتري، أما المنقول فلا يجوز بيعه قبل القبض أو التسليم؛ لأن المنقول عرضة للهلاك كثيراً بعكس العقار. (الفقه الإسلامي وأدلته للزحيلي ۴/ ۲۸۸۴)

وأن يكون مملوكا في نفسه وأن يكون ملك البائع فلا ينعقد بيع الكلإ ولو في أرض مملوكة له ولا بيع ما ليس مملوكا له وإن ملكه بعده إلا السلم. (الفتاوى الهندية، كتاب البيوع، الباب الأول في تعريف البيع وركنه وشرطه وحكمه وأنواعه)

سوال: ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے کہ میرا عقیقہ بچپن کے مستحب ایام میں نہیں ہوا اور میرے بڑے بھائی نے ایک بڑے بھائی کی شادی میں ایک گائے میں ہم سات بھائی بہنوں کا عقیقہ کیا، اس وقت میری عمر تقریباً ۲۰ سال تھی اور اس شادی میں میرے بھائی کو رشتہ داروں کی طرف سے تحفے تحائف بھی ملے۔ کیا اس صورت میں میرا عقیقہ ہو گیا یا نہیں؟

جواب: عقیقہ کا مستحب وقت ساتویں چودھویں اور اکیسویں تاریخ ہے، اکیس کے بعد وقت مستحب ختم ہو جاتا ہے تاہم زندگی میں کبھی بھی عقیقہ کی نیت سے کوئی چھوٹا جانور ذبح کیا جائے یا بڑے جانور کے ساتویں حصہ میں شرکت کی جائے اس سے بھی عقیقہ ادا ہو جائے گا۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر عقیقہ کی نیت سے بڑا جانور ذبح کیا گیا اور اس میں سات افراد کے عقیقے کی نیت کی گئی تو اس طرح سب کا عقیقہ ادا ہو گیا۔

أنها إن لم تذبح في السابع ذبحت في الرابع عشر، وإلا ففي الحادي والعشرين، ثم هكذا في الأسابيع) اعلاء السنن، باب العقيقه، ط: ادارة القرآن والعلوم الاسلاميه)

(وإن) (كان شريك الستة نصرانيًا أو مريدًا اللحم) (لم يجز عن واحد منهم؛ لأن الإراقة لا تتجزأ، هداية؛ لما مر وكذا لو أراد بعضهم العقيقة عن ولد قد ولد له من قبل؛ لأن ذلك جهة التقرب بالشكر على نعمة الولد ذكره محمد، ولم يذكر الوليمة. وينبغي أن تجوز؛ لأنها تقام شكرًا لله تعالى على نعمة النكاح ووردت بها السنة. فإذا قصد بها الشكر أو إقامة السنة فقد أراد القربة. وروى عن أبي حنيفة أنه كره الاشتراك عند اختلاف الجهة، وأنه قال: لو كان من نوع واحد كان أحب إلي، وهكذا قال أبو يوسف، بدائع». فقط والله أعلم (الدر المختار وحاشية ابن عابدين/رد المحتار، ۶/۳۲۶)

سوال: ایک خاندان میں جائداد کی تقسیم کا مسئلہ ہے، وہ یہ کہ چھ سال پہلے والدین کی وفات کے بعد تمام بہنوں اور بھائیوں نے آپس میں طے کیا کہ شریعت کے مطابق حصہ تقسیم ہوگا اور اس وقت کی

قیمت کے مطابق دو بہنوں کو حصہ سے بڑھ کر ادائیگی بھی کر دی، ایک بہن نے کہا میں نے رقم نہیں فلیٹ لینا ہے تو ان کی یہ بات بھی مان لی گئی، اعتماد کی وجہ سے کوئی تحریر نہیں کی، کچھ کاغذات کی وجہ سے عدالت میں بیان دینے میں تاخیر ہوئی لیکن سب بہن بھائی اس پر متفق تھے۔ اب سال ۲۰۲۰ء میں سارے ورثا کے بیان ہونے ہیں، تو کچھ شرارتی افراد نے بہنوں کو کہنا شروع کر دیا کہ چونکہ ابھی جائداد تمہارے والدین کے نام ہی ہے تو بیان بعد میں دینا پہلے آج کی قیمت کے مطابق حصہ وصول کرو۔ اس بارے میں شریعت کی کیا رہنمائی ہے جب کہ چھ سال قبل ہر بات طے ہوگئی تھی۔ کیا بھائی آج کی قیمت کے مطابق ادائیگی کریں گے؟ بہت پریشانی ہے، تفصیل سے جواب عنایت فرما دیں۔

جواب: صورت مسئولہ میں چونکہ والدین کی وفات کے بعد شرعی طور پر مکان تقسیم نہیں ہوا اور نہ ہی کسی بھائی کے ذمہ بہنوں کا حصہ بطور قرض مقرر کیا گیا تو ایسی صورت میں جن ورثاء کے درمیان مکان تقسیم ہونا ہے ان کے درمیان موجودہ ویلیو کے حساب سے تقسیم ہوگا باقی جن دو بہنوں کو ۶ سال پہلے جو ادائیگی کی گئی وہ درست ہے اور چونکہ وہ حصہ ان دو بہنوں نے اپنی رضامندی سے لیا تو اب بقیہ جائیداد میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

(أخرجت الورثة أحدهم عن) التركة وهي (عرض أو) هي (عقار بمال أعطاه له (أو) أخرجوه (عن) تركة هي (ذهب بفضة) دفعوها له (أو) على العكس أو عن نقدين بهما (صح) في الكل صرفا للجنس بخلاف جنسه (قل) ما أعطوه (أو كثر) لكن بشرط التقابض فيما هو صرف (الدر المختار، فصل في التخارج)

سوال: میری بیوی کے پاس اتنی مالیت کا سونا ہے کہ وہ گورنمنٹ حج اسکیم کے تحت اپنا اور محرم کا خرچہ برداشت کر سکے، بلکہ اس سے ایک لاکھ زائد اس سونے کی وہ باقاعدہ زکوٰۃ نکالتی ہے، لیکن وہ پھر بھی جانے کے لیے راضی نہیں۔ زور دینے پر کہتی ہے کہ سونا کسی اور کو دے دیا ہے (جبکہ زکوۃ وہ خود دیتی ہے)، یا پھر کہتی ہیں اگر بچے کے دل کے سوراخ کا آپریشن کرانا پڑا (آپریشن کی تاریخ حج کے دنوں میں آنے کا امکان ہے) تو اس لیے نہیں جا رہی۔ علاوہ ازیں حج پروازوں کے وقت تک بچے کی ماں کے دودھ پینے کی مدت بھی ختم ہو جائے گی۔ میرے پاس اتنی رقم نہیں کہ اپنا خرچہ بھی اٹھا سکوں۔ میرے لیے اس معاملے میں کیا حکم ہے؟ اور یہ بات کہ ''حج کا خرچ اپنا اور محرم کا لڑکی کے پاس ہو تو اس پر حج فرض ہے۔'' میرے سسر نے مفتی صاحب سے بھی پوچھ لیا ہے۔

جواب: اگر آپ کی بیوی کی ملکیت میں اس قدر سونا یا دیگر مال موجود ہے جو جو مکہ مکرمہ آنے جانے اور خرچ کے لیے کافی ہے تو ان پر حج فرض ہو چکا ہے۔ ان پر لازم ہے کہ اپنے کسی بھی محرم کے ساتھ جو حج پر جارہا ہو، حج کرنے جائیں۔ اپنے خرچ پر اگر حج پر جانے والا کوئی محرم شخص دستیاب نہ ہو تو پھر دیکھا جائے کہ ان کے پاس کسی محرم کے حج کا خرچہ اٹھانے کے بقدر مال موجود ہے یا نہیں، اگر اتنا مال ہے تو پھر لازم ہے کہ محرم شخص کا خرچہ برداشت کرے اور ان کے ساتھ حج کرے۔ اگر محرم کا خرچہ برداشت کرنے کی طاقت نہ ہو تو پھر محرم ملنے کا انتظار کرے، اگر موت تک محرم دستیاب نہ ہو تو حج بدل کی وصیت کرنا لازم ہے۔ بچے کی تیمارداری کا بہانہ بنا کر فرض حج ادا نہ کرنا بڑی محرومی کی بات اور بڑا گناہ ہے۔

(الف) (قوله مع أمن الطريق) أي وقت خروج أهل بلده. (رد المحتار)... قال الحصكفي: (و) مع (زوج أو محرم)...(بالغ)...(مع) وجوب النفقة لمحرمها (عليها)...وقال في تاخير الحجّ: ولذا أجمعوا أنه لو تراخى كان أداء وإن أثم بموته قبله وقالوا لو لم يحج حتى أتلف ماله وسعه أن يستقرض ويحج ولو غير قادر على وفائه ويرجى أن لا يؤاخذه الله بذلك. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحج)

اذا أراد الابن أن يخرج إلى الحج وأبوه كاره لذلك. إذا كان الأب مستغنيا عن خدمته فلا بأس به. وإن كان محتاجا يكره كذا الأمّ. وفي السير الكبير إذا لم يخف عليه الضعف فلا بأس به. (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الحج)

ختم شد